حرفِ آغاز

لڑکی سسرال میں

سید جلال الدین عمری

آج جدھر دیکھئے ہمارے ملک میں لڑکیوں پر سسرال والوں کی زیادتی کا ذکر عام ہے۔ کبھی جہیز کے نہ لانے یا کم لانے پر اسے مارا پیٹا جاتا ہے کبھی اسے بداخلاق اور زبان دراز بتایا جاتا ہے کبھی کہا جاتا ہے وہ آرام طلب اور کام چور ہے کبھی اسے اس لیے پریشان کیا جاتا ہے کہ اس کے اندر سلیقہ اور تہذیب نہیں ہے، کبھی شکل وصورت کی خرابی اور تعلیم کی کمی کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ عام حالات میں عورت اسے زندگی کا لازمی مرحلہ سمجھ کر خاموشی سے برداشت کرتی رہتی ہے لیکن اگر وہ اپنے دفاع کی کوشش کرے اور حرفِ شکایت زبان پر لائے تو اس کے خلاف سخت سے سخت اقدامات ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں یہ تو ایک عام بات ہے کہ ساز وسامان اور زیورات کے ساتھ فرار ہونے کا الزام لگا کر اسے گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو بے دردی سے اس کی جان لینے کے بعد یہ اعلان ہو جاتا ہے کہ باورچی خانہ میں جل کر مر گئی یا بجلی کے جھٹکے کا شکار ہو گئی یا چھت سے گر پڑی۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ ان اعلانات میں کوئی صداقت نہیں ہوتی یہ ایک سنگین جرم پر پردہ ڈالنے کی ناپسندیدہ کوشش ہے۔ حالات زیادہ خراب ہوتے ہیں تو بے چاری خود بھی تنگ آ کر خودکشی و خودسوزی کر بیٹھتی ہے۔ شاید اس سے پہلے بھی یہ سب کچھ ہوتا تھا لیکن اس کا ذکر ایک چھوٹے سے دائرے میں ہو کر رہ جاتا لیکن موجودہ ذرائع ابلاغ کی وجہ سے اس کا چرچا عام ہونے لگا ہے۔ ان ذرائع سے جو تھوڑی بہت اطلاعات مل پاتی ہیں ان سے پورے ملک کی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اصلاً یہ مسئلہ غیر مسلم سماج کا ہے اس پر اس کے مفکرین اور مصلحین کو سنجیدگی سے سوچنا چاہیے اس کا اثر مسلمانوں پر بھی ہے مسلمانوں میں بھی ساس بہو کے جھگڑے ضرب المثل بن چکے

ہیں۔ طرح طرح سے عورت کو سسرال میں پریشان کیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں چند باتوں کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

(۱) سب سے پہلی بات تو یہ کہ ہمیں لڑکی کے بارے میں سوچتے وقت لڑکے کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ اس سے بہت سی الجھنیں دور ہوسکتی ہیں لڑکے اور لڑکی کا اپنی سسرال سے تعلق بالواسطہ ہوتا ہے۔ اس میں براہِ راست وہ کشش نہیں ہوتی جو خونی رشتوں میں ہوتی ہے ایک اجنبی لڑکی کو لڑکے کے رشتہ داروں سے اتنی ہی محبت ہوسکتی ہے جتنی کہ خود لڑکے کو اپنے سسرال والوں سے ہوتی ہے لڑکا اپنی بیوی کی وجہ سے سسرال سے محبت کرتا ہے۔ اسی طرح لڑکی کا تعلق سسرال سے محض اپنے شوہر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر یہ دونوں بیچ سے ہٹ جائیں تو تعلق کی کوئی مضبوط بنیاد باقی نہ رہے گی اور ایک طرح کی اجنبیت حائل ہوجائے گی۔ اس لیے اگر دونوں طرف کے خاندان والوں کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ انھیں بہو اور داماد کی بالواسطہ محبت ملی ہے تو بے جا توقعات قائم نہیں ہوں گی اور شکوہ شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔

(۲) اس حقیقت کو ماننا چاہیئے کہ شادی کے بعد لڑکے کی زندگی میں ایک نئی شخصیت داخل ہوگئی ہے وہ اس کی رفیقۂ حیات اور ہمسفر ہے۔ ان دونوں کو مل جل کر اپنی زندگی کا منصوبہ بنانا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر غیر معمولی الفت و محبت رکھ دی ہے۔ اسی محبت کی وجہ سے وہ زندگی بھر ایک دوسرے کا جی جان سے تعاون کرتے ہیں اور حالات کے سرد و گرم کو بخوشی برداشت کرتے ہیں، اس محبت سے لڑکی کے والدین کو تو مسرت ہوتی ہے وہ خوش ہوتے ہیں کہ لڑکی اپنے شوہر کی محبت سے شاداں و شادکام ہے لیکن لڑکے کے والدین خاص طور پر اس کی ماں پر اس کا دوسرا ردِ عمل ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اب لڑکے کے دل میں صرف ان کی محبت نہیں رہی بلکہ اس پر اپنی بیوی کی محبت چھاتی چلی جارہی ہے وہ جب دیکھتے ہیں کہ لڑکا اپنی بیوی کو چاہ رہا ہے اور اس سے غیر معمولی محبت کر رہا ہے تو خود لڑکے سے بدظن ہونے لگتے ہیں اور اس کی بیوی کو حریف سمجھ بیٹھتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ شادی کے بعد بھی لڑکے کی محبت صرف ان کے لیے مخصوص ہو کر رہے اور بیوی سے

اس کا تعلق محض رسمی ہو، یہ بالکل غیر فطری بات ہے۔ اس کی توقع ہرگز نہ رکھنی چاہیے۔

(۳) شادی کے بعد لڑکے اور لڑکی پر جنسی جذبات کا شدید غلبہ ہوتا ہے وہ اس کی بار بار تسکین چاہتے ہیں۔ یہ ان کی جوانی کا فطری تقاضا ہے لیکن بعض اوقات گھر کے بڑے بزرگوں کا رویہ ایسا ہوتا ہے جیسے یہ کوئی غلط اور ناپسندیدہ تعلق ہے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے یہ ایک جائز اور پسندیدہ تعلق ہے اس سے انسان کو ذہنی اور جسمانی سکون ملتا ہے اور یہ میاں بیوی کے درمیان محبت کے پیدا ہونے اور بڑھنے کا ایک فطری ذریعہ ہے شریعت کے نزدیک اس تعلق پر انسان اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس میں بے اعتدالی ضرر رساں ہے۔ اس کی اصلاح کے لیے مناسب طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں اس پر ناگواری کا اظہار یا قدغن لگانے کی کوشش صحیح نہیں ہے۔ اس سے لڑکے اور لڑکی دونوں ہی پر کوئی اچھا اثر نہیں پڑتا۔ جنسی تعلق میں جب انھیں اتنی آزادی نہیں ملتی جتنی کہ انھیں فطری طور پر ملنی چاہیے تو ان کے اندر مجرمانہ ذہنیت پیدا ہونے لگتی ہے اور وہ ایک طرح کے ذہنی تناؤ اور کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس معاملہ میں گھر کے بڑے بزرگ بالعموم اپنا دور شباب بھول جاتے ہیں کہ انھیں اپنے بزرگوں کے اس طرح کے رویہ سے کتنی تکلیف پہنچتی تھی اور وہ کس طرح اسے اپنی حق تلفی اور ایک طرح کی زیادتی سمجھتے تھے۔ کبھی کبھی یہ زیادتی بھی ہوتی ہے کہ جنسی تعلق میں بے اعتدالی کا اصل مجرم لڑکی کو سمجھا جاتا ہے جیسے لڑکا بہت معصوم سرشت ہے حالانکہ یہ سب نادانی کی باتیں ہیں اس سے لڑکی کے دل میں سسرال والوں کی محبت کیا پیدا ہوگی نفرت اور بیزاری بڑھے گی۔

(۴) اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض اوقات لڑکی میں بھی کمزوریاں ہوتی ہیں کبھی اس میں خاندانی غرور ہوتا ہے کبھی اسے اپنی حیثیت پر ناز ہوتا ہے، کبھی وہ تیز مزاج اور جھگڑالو ہوتی ہے کبھی اس کے اندر اطاعت اور وفا شعاری کے جذبے کی کمی ہوتی ہے۔ اس کی ان کمزوریوں کو اس کے والدین تو برداشت کرتے رہتے ہیں بلکہ بسا اوقات اپنی محبت کی وجہ سے ان کمزوریوں کو ماننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے لیکن مختلف نفسیاتی عوامل کی بنا پر سسرال سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ ان کے اندر محبت کے وہ جذبات نہیں ہوتے جو لڑکی کے

والدین میں ہوتے ہیں اس لیے اس کی غلطیوں کو نظر انداز کرکے اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کے لیے مشکل ہے لیکن یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ سسرال میں اس کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اس کے لیے بھی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ ایک لڑکی جو کم عمر اور ناتجربہ کار ہوتی ہے اسے اچانک ایک نئے ماحول سے سابقہ پیش آتا ہے اس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس ماحول سے پوری طرح واقف بھی ہوجائے گی اور خود کو اس سے ہم آہنگ بھی کرلے گی۔ یہ توقع بے جا ہے ہر خاندان کے بلکہ ہر فرد کے معمولات اور طور طریقے الگ ہوتے ہیں۔ کھانے، پینے اور پہننے اوڑھنے کا ذوق جدا ہوتا ہے لڑکی کو سسرال کے ذوق اور مزاج کو سمجھنے، اپنے مذاق کو چھوڑ کر ان کے مذاق کو اختیار کرنے یا اپنے مذاق سے انھیں قریب کرنے میں وقت لگے گا۔ اس کی عمر سیکھنے کی ہوتی ہے۔ اگر اسے محبت سے سمجھایا جائے اور جلد بازی نہ کی جائے تو اصلاح ہوسکتی ہے لیکن اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جس طرح گرفت ہوتی اور خورده گیری کی جاتی ہے۔ اس سے اصلاح کے امکانات کم سے کم ہونے لگتے ہیں اس میں اس بات کو بھی نظر انداز کردیا جاتا ہے کہ آنے والی لڑکی میں بھی کچھ خوبیاں ہوسکتی ہیں ان سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

محبت سے محبت اور نفرت سے نفرت پیدا ہوتی ہے اگر آنے والی لڑکی کو محبت ملے تو اس کے دل میں بھی محبت ابھرے گی۔ انسان محبت کا بھوکا ہوتا ہے۔ لڑکی جب دیکھے گی کہ سسرال والے اسے چاہ رہے ہیں اور اس کے وجود سے خوش ہیں تو وہ دیوانہ وار ان سے محبت کرے گی۔ اس کے برخلاف جب وہ دیکھتی ہے کہ وہ گھر کی مالکہ بن کر نہیں آئی ہے شریک حیات بھی شاید نہیں ہے محض پھوہڑ قسم کی ایک خادمہ ہے تو اس کے اندر منفی ردعمل ابھرتا ہے۔ یا تو وہ بزرگوں کی بالادستی بجبر واکراہ قبول کرلیتی ہے اور اس کی جو حیثیت متعین کی جائے اسے چار و ناچار تسلیم کرکے زندگی کے دن کاٹنے لگتی ہے یا اس کے اندر بغاوت کے جذبات ابھر آتے ہیں اور گھر محاذ جنگ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

آج بھی مسلم معاشرے میں ایسے خاندان بکثرت موجود ہیں جہاں ان باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اس سے ساس بہو کے جھگڑے کم ہوتے ہیں اور خوش گوار زندگی گزرتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود عام طور پر دونوں طرف حجاب زندگی بھر باقی رہتا ہے بہو لڑکی نہیں بن پاتی اور ساس ماں نہیں ہوتی۔ اسلام نے اس کا حل یہ بتایا ہے کہ کوئی لڑکی سسرال میں رہنا نہ چاہے تو اس کا خاوند اسے الگ رکھے۔ یہ اس قدر معقول حل ہے کہ اگر اس پر عمل ہو تو مسلمان خاندان جھگڑوں سے پاک ہوسکتے ہیں اور ان کی خانگی زندگی دوسروں کے لیے بھی نمونہ بن سکتی ہے۔ اس پر ہم آئندہ کبھی تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔ ●●